© rasailojaraid.com

اک ولولہ تازہ دینے والے

مولانا سید وصی مظہر ندوی ○

۱۹۴۲ء میں جب ہندستان Quit India کی کانگریسی تحریک کی لپیٹ میں تھا، راقم اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلما میں زیرِ تعلیم تھا۔ ندوہ کے اکثر طلبہ مولانا ابوالکلام آزاد کے دلدادہ اور جمعیت علماے ہند کے زیراثر تھے۔ مگر طلبہ کی ایک اچھی خاصی تعداد قائدِاعظم محمد علی جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ کی ہم خیال اور پرزور مؤید بھی تھی۔ دونوں گروہوں میں پرجوش مباحثے ہوتے، جب کہ کانگریس کے طرف دار طلبہ انگریزوں کے خلاف توڑ پھوڑ کے پروگرام بھی بناتے۔ اس انتہائی تناؤ کے ماحول میں، تنہا میں، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی دعوت ''حکومت الٰہیہ کی تاسیس کی دعوت'' کو نہایت اعتماد کے ساتھ پیش کرتا اور دونوں کیمپوں کے پرجوش حامیوں کے مقابلے پر ڈٹا رہتا۔

میرے اندر یہ حوصلہ دراصل مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں اور ان مضامین کو پڑھنے سے پیدا ہوا تھا، جو مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش (سوم) میں شامل کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ بالخصوص اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟ کے عنوان سے مولانا کی وہ تقریر جو انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں کی تھی اس کو پڑھ کر تو دل میں ایسا ایمان وایقان اور جوش پیدا ہوگیا، جس کو ظاہری شعلہ زنی سے بے نیاز، مگر کبھی ٹھنڈی نہ ہونے والی آگ سے مشابہ قرار دینا صورت حال کی واقعی تعبیر ہوگی۔

جب مسلمانوں کے تمام ممالک اور ملت میں شامل تمام اقوام، مغربی استعمار کا صید زبوں بنی

○ ممتاز عالم دین، سابق وفاقی وزیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی تھیں اور مغرب کی مادی برتری نے اس کی فکری برتری کی بھی دھاک بٹھا رکھی تھی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس وقت برعظیم کے مسلمانوں کو اسلامی انقلاب برپا کرنے کے نصب العین کی طرف دعوت دی۔ یہ دعوت اس وقت دی گئی جب برعظیم کے وہ مسلمان لیڈر جو مغربی تہذیب وثقافت کے پروردہ تھے ان کو تو چھوڑیے، بڑی بڑی دینی درس گاہوں کے سکہ بند بلکہ سکہ ساز علماے کرام بھی وطنی قومیت، آزادی اور جمہوریت کے خالص مغربی تصورات کے مبلغ اور انھی تصورات کو سربلند کرنے کی جدوجہد میں 'جہادی جذبے' کے ساتھ سرگرم عمل تھے۔ حالت یہ تھی کہ اسی طبقہ علما سے تعلق رکھنے والے ایک محقق، مصنف اور شہرہ آفاق خطیب نے 'اسلام کے اقتصادی نظام' پر اپنی ایک محققانہ تصنیف میں اس رائے کا اظہار فرمایا: چونکہ اسلام کے اقتصادی نظام کو اس وقت برسرکار لانا ممکن نہیں اس لیے اس "قریب تر" اشتراکی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ یہ وہ وقت تھا جب ترکی سے خلافت کا خاتمہ کرنے والے، عربی رسم الخط کو ممنوع، اسلامی قوانین کو منسوخ اور عربی میں اذان دینے پر پابندی لگانے والے کمال کو برعظیم کے مسلمان "غازی مصطفیٰ کمال" کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔

۱۹۴۲ء میں مولانا مودودیؒ کی ایمان پرور اور انقلابی تحریریں پڑھ کر میں اپنے طلبہ ساتھوں سے بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ ایک اسلامی ریاست میں اگر مجھے ایک چپراسی کی حیثیت سے خدمت کرنے کا موقع نصیب ہو جائے تو میرے لیے ایک بڑا اعزاز ہوگا۔

میں اپنے ساتھیوں کو تحریروں کے اقتباسات پڑھ پڑھ کر سناتا تھا، مثلاً: "مسلمان کو صرف اس چیز سے بحث ہے کہ یہاں انسان کا سر حکم اللہ کے آگے جھکتا ہے یا حکم الناس کے آگے۔ اگر حکم اللہ کے آگے جھکتا ہے تب تو "ہندستان" کو اور زیادہ وسیع کیجیے، ہمالیہ کی دیوار کو بیچ سے ہٹایئے اور سمندر کو بھی نظرانداز کر دیجیے تاکہ ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ سب ہندستان میں شامل ہوسکیں، اور اگر یہ حکم الناس کے آگے جھکتا ہے تو جہنم میں جائے ہندستان اور اس کی خاک کا پرستار" --- اور یہ کہ: "مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلے میں بھی کوئی دل چسپی نہیں ہے کہ ہندستان میں جہاں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے اہم ہے وہ یہ کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا مغربی جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یہ یقیناً پاکستان ہوگا، ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی 'ناپاکستان' ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ ہوگا جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے"۔

مولانا مودودیؒ نے دلوں میں نہ بجھنے والی جو آگ روشن کی تھی وہ محض اس قسم کی پرجوش عبارتوں سے روشن نہیں کی تھی، جس کی عمر "اگر ماند شبے دیگر نمی ماند" کی طرح بہت مختصر ہوتی ہے، بلکہ اس کے پیچھے ۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک تیار ہونے والا وہ فکری اور علمی لٹریچر تھا، جس نے اس زمانے میں اسلام کے خلاف پھیلائے جانے والے تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کا تار و پود بکھیر دیا تھا۔ الجہاد فی الاسلام' اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی' تفہیمات' تنقیحات' مسئلہ جبر و قدر' پردہ' حقوق الزوجین اور تجدید و احیاے دین جیسی بلند پایہ کتب میں ان مسائل پر بھی مفصل بحث کی گئی تھی جو مغربی تہذیب کی وجہ سے ذہنوں میں پیدا ہوگئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام زندگی کے ہر پہلو کو بھی نہایت دل نشیں انداز میں مثبت طور پر سامنے لایا گیا تھا۔

اس لٹریچر سے ہندستان کے طول و عرض میں بکھرے ایسے بہت سے افراد پیدا ہوگئے تھے، جو اسلام کی صداقت اور دور حاضر میں ممکن العمل سب سے بہتر نظام ہونے پر قلبی اطمینان اور ذہنی یکسوئی رکھتے تھے۔ انھی بکھرے ہوئے لوگوں میں سے چند باہمت افراد نے ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو لاہور میں جمع ہوکر جماعت اسلامی قائم کر دی۔

جماعت اسلامی کی تاسیس کے بعد مولانا مودودیؒ کی علمی اور تحقیقی کتب جو محض اپنی قوت سے مسلم ہندستان کے اہل فکر کے حلقوں میں پذیرائی حاصل کر رہی تھیں، ان کے پھیلنے کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔ کیونکہ جماعت سے وابستہ ہر شخص ان کتابوں کی اچھی خاصی تعداد اپنے پاس رکھتا اور معاشرے میں ہمہ وقت ایسے اصحابِ ذوق کی تلاش میں رہتا جن کو یہ کتب مطالعے کے لیے دی جاسکیں۔ اس سلسلے میں "پہلے کون سی کتاب مناسب ہوگی"، کا انتخاب مشکل کام ہوتا تھا۔ مگر دعوت کے جذبے سے سرشار جماعت کے کارکن اپنے تجربات سے فائدہ اٹھا کر ہر شخص کے ذہن کے مطابق کتاب کے انتخاب میں خاصی مہارت کا ثبوت دیتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس کی طرف میلان رکھنے والے مسلمانوں اور مسلم لیگی فکر رکھنے والوں کے درمیان گرما گرم مباحثے ہر سطح پر برپا رہتے تھے، لکھنؤ میں جماعت اسلامی کے ایک کارکن کے بڑے بھائی کانگریس کے بہت زیادہ طرف دار تھے۔ ہندوؤں اور کانگریسیوں کے بعض متعصبانہ کاموں کے باعث وہ کانگریس سے بیزار ہوئے تو ان کے برادر خورد میرے پاس آئے کہ ان کو اس موقع کی مناسبت سے کوئی کتاب مطالعے کو دی جائے۔ ابتدأ میں نے کانگریس کے خلاف ان کے جذبات کو پختہ تر کرنے کے لیے مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش حصّہ دوم دی، مگر تھوڑی ہی دیر میں میری رائے تبدیل ہوئی، چنانچہ میں نے ان کو حصّہ دوم کی بجائے سیاسی کش مکش حصّہ سوم دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حصّہ دوم پڑھ کر ان کی کانگریس کے خلاف نفرت تو یقیناً پختہ تر ہو جاتی، مگر شائد وہ جماعت کے کام کے لیے آگے نہ بڑھتے۔ چنانچہ حصّہ سوم پڑھ کر میرے اندازے کے عین مطابق وہ جماعت اسلامی کے کارکن بن گئے۔

ان کتب کے انگریزی تراجم، نیز جنوبی ہندستان کی بعض علاقائی زبانوں میں بھی تراجم تیار ہوگئے، لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ جماعت اسلامی کے قیام کا دوسرا بڑا علمی فائدہ یہ ہوا کہ مذہبی اور سیاسی حلقوں کی طرف سے جماعت کے خلاف اور بالخصوص مولانا مودودیؒ کی فکر کے خلاف زبردست طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ہر طرف سے جماعت پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی، مذہب اور بالخصوص اسلام دشمن حلقے اسلام اور مذہب کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ زور وشور سے گمراہ کن سوالات اٹھانے لگے۔ اس فضا میں بھلا قادیانی اور منکرین حدیث کیوں پیچھے رہتے۔ انھوں نے بھی اپنے ''علم کلام'' کے پٹاخوں سے فضا کو دھواں دھار بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ایسے میں اٹھائے گئے ان اعتراضات کے مدلل جواب دینے کی ضرورت پیش آئی جو شاید عام حالات میں اس طرح سے سامنے نہ آتی۔ یوں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے علمی کام کا ایک موقع میسر آ گیا۔

چنانچہ مولانا مودودیؒ اس علمی چیلنج کا سامنے کرنے کے لیے کم از کم ۱۹۴۵ء تک بالکل تن تنہا اور اس کے بعد بھی، جب کہ ان کو مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی کمک میسر آ گئی تھی، زیادہ تر خود ہی تمام سوالات واعتراضات کے جوابات اپنے مضامین کے ذریعے اور ترجمان القرآن میں ''رسائل ومسائل'' کے مستقل عنوان کے تحت بڑے اعتماد اور جی داری سے لکھتے رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا مودودیؒ کے یہ جوابات رسائل مسائل کے نام سے پانچ حصوں میں شائع ہو چکے ہیں، حقیقتاً ایک بالکل نئے طرزِ تحریر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان کے اندر علمی وضاحت، تحقیقی متانت، منطقی استدلال اور ادبی جمال کے ساتھ لطیف مزاح اور ایسے طنز و تعریض کی آمیزش بھی ہے جس کا نشانہ بننے والا کبھی تو خود بھی لطف لیتا ہے اور کبھی اس کی کسک برسوں بلکہ زندگی بھر نہیں بھول پاتا۔

ایک صاحب کو شکایت تھی کہ ان کی غیر شادی شدہ بہن مولانا مودودیؒ کی کتب پڑھ کر اس درجہ اسلامی احکام اور پردے کی پابند ہوگئی ہے کہ وہ ایسی معاشرتی تقریبات سے بھی دور رہتی ہے، جو اس کے خیال میں اسلام کے خلاف ہیں اور اپنے لباس و معاشرت کے لحاظ سے وہ خاندانی روایات کو یکسر ترک کر چکی ہے، تو بتایئے کہ اب اس کا رشتہ آئے گا تو کہاں سے آئے گا؟ اس پر اپنی ''فریاد'' بیان کرنے کے بعد انھوں نے مولانا مودودیؒ سے درخواست کی کہ وہ ان کی بہن کو سمجھائیں، تاکہ وہ کسی طرح اس طرزِ زندگی سے باز آجائے۔ اس طویل فریاد کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے صرف یہ لکھا: ''اس معاملے میں، میں خود بھی بے بس ہوں۔ آپ اپنے طور پر ہی کوشش کریں کہ آپ کی ہمشیرہ اسلام سے توبہ کرلیں''۔ (رسائل و مسائل، حصہ دوم، ص ۴۲۷)

اس خوش گوار اور مقصدی طنز و تعریض کے ساتھ ساتھ جب کوئی علمی مسئلہ زیرِ بحث ہو، خواہ اسلام کے کسی حکم کے حوالے سے یا جدید سائنسی تحقیقات کے حوالے سے، تو زورِ استدلال کے ساتھ ایسا اجمال جس سے بات سمجھنے میں خلل واقع نہ ہو اور ایسی تفصیل جس کا کوئی حصہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو، اس کی مثالیں رسائل و مسائل کے ہر صفحے پر مل جائیں گی۔ ایک جگہ الجامع الصحیح کی ایک حدیث پر ایک صاحب کے اعتراض کے جواب میں مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے: ''اس (حدیث) میں دراصل جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ سورج ہر آن اللہ کے حکم کا تابع ہے۔ اس کا طلوع بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کا غروب بھی۔ سورج کا سجدہ کرنا ظاہر ہے کہ اس معنی میں نہیں ہے جس معنی میں ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں، بلکہ وہ اس معنی میں ہے جس میں قرآن دنیا کی ہر چیز کو خدا کے آگے سربسجود قرار دیتا ہے، یعنی کلیتاً تابع امرِ رب ہونا۔ پھر سورج کا مغرب ایک نہیں بلکہ قرآن کی رو سے بہت سے مغرب ہیں۔ کیونکہ وہ ہر آن ایک خطۂ زمین میں غروب اور ہر آن دوسرے خطے میں طلوع ہوتا ہے۔ اس لیے اجازت مانگ کر طلوع و غروب ہونے کا مطلب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر آن امر الٰہی کے تحت ہوتا ہے''۔

حدیث سے زمین کے ساکن اور سورج کے گردش کرنے کا جو تاثر ملتا ہے، اس پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مزید تحریر فرماتے ہیں: ''ان (انبیا) کا کام یہ بتانا نہ تھا کہ زمین حرکت کرتی ہے یا سورج، ان کا کام تو یہ بتانا تھا کہ ایک ہی خدا زمین و سورج کا مالک و فرماں روا ہے اور ہر چیز ہر آن اسی کی بندگی کر رہی ہے''۔

ایک دوسری مثال میں مولانا مودودیؒ نے ذیل کی اس مختصر عبارت میں ''زکوٰۃ'' کی شرعی تعریف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اعلیٰ مقاصد اور فرد و معاشرے پر اس کے تعمیری اثرات کو بیان فرمایا ہے: ''زکوٰۃ'' کے لغوی معنی طہارت اور نمو کے ہیں۔ انھی دونوں صفتوں کے لحاظ سے اصطلاح میں زکوٰۃ اس مالی عبادت کو کہتے ہیں جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر اس لیے فرض کی گئی ہے کہ خدا اور بندوں کا حق ادا کر کے اس کا مال پاک ہو جائے اور اس کا نفس، نیز وہ سوسائٹی جس میں وہ رہتا ہے بخل، خود غرضی، بغض وغیرہ جذبات و رویے سے پاک ہو اور اس میں محبت و احسان، فراخ دلی اور باہمی تعاون و مواساۃ کے اوصاف نشوونما پائیں''۔ (رسائل و مسائل، حصہ دوم، ص ۹۴)

برعظیم کی حدود سے نکل کر مولانا مودودیؒ کی تحریر عالم اسلام کے افق پر اس وقت طلوع ہوئی جب عرب دنیا میں بالعموم اور مصر میں بالخصوص اسلامی تحریک اخوان المسلمون کا دور شباب تھا۔ ترکی میں بدیع الزمان سعید نورسی کی تحریک اور دیگر اسلامی تحریکیں زیر زمین سرگرمِ عمل تھیں اور ایران میں شاہ کے ظالمانہ دورِ حکومت میں علما اور مجتہدین نہایت خاموشی سے اسلامی فکر کی آبیاری کر رہے تھے۔

یہی وہ وقت تھا جب استادِ محترم جناب مولانا مسعود عالم ندویؒ نے مرکز جماعت اسلامی کے زیر اہتمام ''دار العروبہ'' کے نام سے ایک مستقل ادارہ قائم کیا۔ مولانا ندوی مرحوم سے عالم عرب کے ادیب، علما اور صحافی پہلے ہی سے اچھی طرح آشنا تھے۔ وہ عرب دنیا میں ''عین العروبہ'' کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔ مرحوم کو اپنی صحت اور برعظیم کے پراگندہ سیاسی حالات کی وجہ سے یکسوئی سے کام کا موقع کم ہی مل سکا، تاہم انھوں نے جالندھر میں تقسیم ہند سے ذرا قبل کام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ کے بعض اہم مضامین کا عربی میں ترجمہ کرنے کے علاوہ انھوں نے وسیع پیمانے پر خط و کتابت کے ذریعے عالم اسلام کی ممتاز شخصیات سے رابطہ کر کے ان کو جماعت اسلامی اور مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مودودیؒ سے متعارف کرایا۔ جالندھر میں ابھی کام کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ملک کی تقسیم عمل میں آ گئی اور مولانا ندویؒ اپنے رفیق کار عاصم الحداد مرحوم کے ساتھ نہایت بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان آ گئے۔ یہاں اپنے کام کو جلد از جلد منظم کرنے کے بعد وہ عاصم الحدادؒ کے ساتھ عرب ممالک کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ یہاں علما اور ادیبوں سے براہ راست طویل مذاکرات کیے۔ اسی زمانے میں مولانا مودودیؒ کے متعدد اہم مضامین اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟، اسلام کا نظریۂ سیاسی اور دین حق وغیرہ کا ترجمہ عربی زبان میں شائع ہو چکا تھا۔ ان تراجم کو عرب دنیا میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اخوان المسلمون کے رہنماؤں اور کارکنوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ سید قطب، ان کے بھائی محمد قطب، محمد الغزالی، شیخ محمد محمود صواف، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اور بے شمار علما اور رہنما ان سے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد جب مولانا مودودی کی دیگر اہم کتب کا ترجمہ عربی میں شائع ہوا تو عرب دنیا میں مولانا مودودی کی فکری قیادت بالخصوص اسلامی حلقوں میں مسلّم ہو گئی۔

انھی عربی تراجم کی مدد سے چند اہم مضامین کے ترجمے فارسی میں ایران کے دینی مرکز ''قم'' سے شائع ہوئے۔ انگریزی تراجم اور عربی تراجم کی مدد سے کئی مضامین کے ترجمے ترکی زبان میں بھی شائع ہوئے۔ اس کام کے لیے چودھری غلام محمد مرحوم اور جناب خلیل احمد حامدی مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ پھر خود مولانا مودودیؒ کے دوروں سے، جو حج وعمرے کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی، مدینہ یونی ورسٹی اور دیگر علمی و دعوتی مقاصد کے لیے کیے گئے تھے، ان سے مولانا مودودیؒ کو عالم اسلام کے فکری قائد کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا۔

راقم کو ۱۹۷۱ء سے لے کر اب تک دنیا کے بہت سے ملکوں کا سفر کرنے کا موقع ملا۔ بالخصوص شرق اوسط کے ممالک: بحرین، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب تو بار بار جانا ہوا اور الحمدللہ عوام کے ساتھ ساتھ علما، مشائخ، صحافی، وزرا اور حکومت کے ذمہ داروں سے تبادلۂ خیال بھی ہوا۔ میں نے ان میں بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی پائی، جو نہ صرف یہ کہ مولانا مودودیؒ کو اچھی طرح جانتے تھے، بلکہ ان کے علمی، فکری اور تحریکی جدوجہد کے معترف اور قدردان بھی تھے۔

میری اس بات کو ہرگز مبالغہ نہ سمجھا جائے کہ اس وقت پوری دنیا میں جہاں جہاں بھی اسلام کے لیے جدوجہد ہو رہی ہے، میرے مشاہدے کے مطابق، اس جدوجہد میں بلاواسطہ یا بالواسطہ مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے کام کا پرتو اور ان کی فکر کے اثرات واضح طور پر موجود ہیں' بلکہ جو افراد یا تنظیمیں زبان سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مخالفت کرنے کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں' وہ بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر مولانا مودودیؒ کی بتائی ہوئی راہ پر ہی چل رہے ہیں۔ انھی کی اصطلاحیں استعمال کر رہے ہیں اور اپنی تحریر و تقریر میں مولانا مودودیؒ کی ہی فکر سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

تصویر کا یہ ایک دل کش پہلو ہے' جس کی دل کشی کو میں کما حقہ بیان نہیں کر سکا' جس کی اصل وجہ تو خود اپنی علمی اور فکری نارسائی ہے' مگر اس کی دوسری وجہ یہاں (کینیڈا میں) ضروری کتب کا دستیاب نہ ہونا ہے۔ مگر تصویر کا دوسرا دل فگار رخ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے جس ''رخ دوست'' کو دکھا کر کچھ ''دیوانے'' یا ''نیم دیوانے'' جمع کیے تھے' جو افتاں و خیزاں منزلِ محبوب کی طرف سرگرم سفر بھی ہو گئے تھے' افسوس کہ [اب مجھے] نہ تو کوئی اس دیوانہ بنانے والے ''حسن'' کا جلوہ عام کرنے والا نظر آتا ہے' نہ اس ''حسن'' کے طالب عشاق کا قافلہ گرمِ سفر دکھائی دیتا ہے۔

پچھلی صدی اختتام پذیر ہوئی اور کوئی مانے یا نہ مانے' کسی کو اچھا لگے یا برا' اسلام کو زندہ اور تابندہ کرنے کے حوالے سے یہ صدی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی صدی تھی!

ترجمان القرآن کے معاونِ خصوصی بنیے!

ماہنامہ ترجمان القرآن ایک رسالہ نہیں' ایک پیغام' ایک مشن' ایک تحریک ہے
صرف ۳ ہزار روپے ادا کر کے آپ اس کے معاونِ خصوصی بن سکتے ہیں۔

سید مودودیؒ کے جاری کردہ عظیم کام میں آپ کے لیے سرمایۂ آخرت ہوگا۔
آپ کو اندرون ملک پتے پر رسالہ ہر ماہ باقاعدگی سے ارسال کیا جائے گا۔

۳ ہزار روپے بڑی رقم نہیں ہے ـــــ دیر نہ کیجیے
ڈرافٹ/ چیک بنام ماہنامہ ترجمان القرآن ارسال کیجیے

مینیجر' ترجمان القرآن

© rasailojaraid.com